# سکینۃ القلوب

محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی **محمد عبداللہ** صاحب پھولپوریؒ نوراللہ مرقدہٗ

بانی مرکزی خانقاہ شاہِ ابرار پھولپور اعظم گڈھ

از اجلّۂ خلفاء

محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ **ابرارالحق** صاحب ہردوئی نوراللہ مرقدہٗ

زیر اہتمام

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ مفتی **محمد احمداللہ** صاحب پھولپوریؒ دامت برکاتہم

خلیفہ وجانشین

محسن الامت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوریؒ نوراللہ مرقدہٗ

ناشر: اشرفی کتب خانہ ''مرکزی خانقاہ شاہِ ابرار'' پھولپور، اعظم گڈھ، یوپی

+919616129711 khanqah e phoolpuri @khanqahphoolpur/www.phoolpuri.org

## تفصیلات


نام کتاب: **سکینۃ القلوب**

صاحب خطبات: محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہٗ

کمپوزنگ: وکیل احمد کوپاگنج، مئو

سنہ طباعت: ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء

تعداد صفحات: ۵۶

تعداد اشاعت: ۲۲۰۰


### ملنے کے پتے:


(۱) دفتر ''فیضانِ اشرف'' مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڈھ، یوپی

(۲) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' افضل گڈھ بجنور، یوپی

(۳) ''خانقاہ شاہِ عبداللہؒ'' مکان نمبر 4375 گلی نمبر 21 شانتی محلّہ پرانا سیلم پور دہلی 31

(۴) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' (پنجابی مسجد) نمبر 10 نارتھ رنج کلکتہ-17

(۵) ''خانقاہ شاہِ عبداللہ'' 61/1L تپسیا روڈ کلکتہ-39

(۶) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' #19/b-3 کراس عمر باغ لے آؤٹ جے پی نگر بنگلور-78

(۷) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' مدرسہ بیت العلوم اورنگ آباد مہاراشٹر

(۸) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' المنان کمپلیکس تھاوے روڈ گوپال گنج، بہار

E-mail:baitululoom256029@rediffmail.com

www.phoolpuri.org

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | عناوین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | پیش لفظ | ۸ |
| | **اتباعِ نفس کا انجام** | ۱۰ |
| ۲ | اصلاحِ نفس نہ کرانے کا انجام | ۱۰ |
| ۳ | پہلے اپنے نفس کی اصلاح کیجیے! | ۱۱ |
| ۴ | انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے | ۱۲ |
| ۵ | اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ کے آنسو کی قدر | ۱۲ |
| ۶ | حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کا واقعہ | ۱۲ |
| ۷ | ایک مسلم اور غیر مسلم ڈاکٹر کا واقعہ | ۱۳ |
| ۸ | تمام تعریفوں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں | ۱۴ |
| ۹ | الحمدللہ کی چار تفسیریں | ۱۴ |
| ۱۰ | ایک مسئلہ کے ذریعہ اس بات کی تشریح | ۱۴ |
| ۱۱ | شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا ایک قول | ۱۵ |
| ۱۲ | اللہ تعالیٰ اپنی تعریف سے زیادہ بندوں کے رونے کو پسند کرتا ہے | ۱۵ |
| ۱۳ | اللہ تعالیٰ کو گناہ پسند نہیں | ۱۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۴ | اللہ تعالیٰ کے دربار میں رونا اس کے عطا کی کنجی ہے | ۱۶ |
| ۱۵ | چھوٹے بچوں کا رونا اللہ کے عذاب کو روکنے کا سبب ہے | ۱۶ |
| ۱۶ | والدین کی ذمہ داریاں | ۱۷ |
| ۱۷ | ایک بچے کا رونا پوری قوم کی نجات کا ذریعہ بن گیا | ۱۸ |
| ۱۸ | اپنی ہر ضرورت کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرو! | ۱۸ |
| ۱۹ | ایک شخص کا واقعہ | ۱۹ |
| ۲۰ | اپنا ایک واقعہ | ۱۹ |
| | **مذہب اسلام کی حقانیت** | ۲۱ |
| ۲۱ | اسلام اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا ذریعہ ہے | ۲۱ |
| ۲۲ | اسلام سے پہلے کے احوال | ۲۲ |
| ۲۳ | ایک اعلان نے عالمِ کفر میں آگ لگادی | ۲۲ |
| ۲۴ | وہ تو نبیٔ آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے، دنیادار نہ تھے | ۲۳ |
| ۲۵ | حضراتِ صحابہ کے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی برکت | ۲۳ |
| ۲۶ | حضراتِ صحابہ کی کامیابی کا راستہ قیامت تک باقی رہے گا | ۲۳ |
| ۲۷ | فاقہ کش لوگوں کی کامیابی | ۲۴ |
| ۲۸ | حضراتِ صحابہ کی کامیابی کا راز | ۲۴ |
| ۲۹ | ایک انسان کفر کی تاریکی کو اسلام کی روشنی میں تبدیل کرسکتا ہے | ۲۵ |
| ۳۰ | حضرات صحابہ ایک طاقت ور انجن تھے | ۲۶ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۱ | اللہ والوں کی صحبت میں رہنے سے عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے | ۲۶ |
| ۳۲ | راستہ بھٹکا ہوا انسان منزل تک نہیں پہنچ سکتا | ۲۶ |
| ۳۳ | کامل مؤمن بننے کے لیے کسی خارجی طاقت کی ضرورت نہیں | ۲۷ |
| ۳۴ | مسلمانوں کی ترقی اسلام ہی سے ہوسکتی ہے | ۲۸ |
| ۳۵ | صراطِ مستقیم پر چلنے والے قیامت تک باقی رہیں گے | ۲۸ |
| ۳۶ | اسلام تو کجا اس کا ایک عمل بھی کوئی مٹا نہیں سکتا | ۲۹ |
| ۳۷ | اسلام پر کوئی خطرہ نہیں | ۲۹ |
| ۳۸ | آخری گزارش | ۳۱ |
| | **خلقتِ انسانی کا مقصد** | ۳۲ |
| ۳۹ | خلقتِ انسانی کا مقصد، طاعتِ الٰہی ہے | ۳۳ |
| ۴۰ | حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ | ۳۴ |
| ۴۱ | ایمان، خوف اور امید کا نام ہے | ۳۵ |
| ۴۲ | ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ'' کی تفسیر | ۳۶ |
| ۴۳ | بہتر عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے | ۳۷ |
| ۴۴ | خیر پر ثابت قدم رہنے والے کون لوگ ہیں؟ | ۳۸ |
| ۴۵ | اصل اعتبار خاتمہ کا ہے | ۳۸ |
| ۴۶ | گناہوں کی نحوست، توبہ کی توفیق کو سلب کر دیتی ہے | ۳۹ |
| ۴۷ | حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا واقعہ | ۳۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۸ | ہمارا حال | ۴۰ |
| ۴۹ | نفس وشیطان کی دشمنی کی آخری حد | ۴۰ |
| ۵۰ | نیکی کو باقی رکھنا اصل کمال ہے | ۴۱ |
| ۵۱ | اس کی ایک واضح مثال | ۴۱ |
| ۵۲ | حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ کے دو مرید کا واقعہ | ۴۲ |
| ۵۳ | بہار کے ایک ایم۔ایل۔اے۔کا واقعہ | ۴۲ |
| ۵۴ | حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ | ۴۳ |
| ۵۵ | ہمارا سب سے بڑا دشمن کون؟ | ۴۴ |
| ۵۶ | مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے | ۴۵ |
| ۵۷ | اپنے نفس کو اپنا دشمن سمجھو! | ۴۵ |
| ۵۸ | نفس وشیطان کی دشمنی سے بچنے کا اصول | ۴۶ |
| ۵۹ | ساری کائنات انسان کی خادم ہے | ۴۶ |
| ۶۰ | انسان کو اپنے اندر کے خزانوں میں غور وفکر کرنا چاہیے | ۴۷ |
| ۶۱ | مال کی حیثیت | ۴۷ |
| ۶۲ | اگر انسان کا بادشاہ اور وزیر صحیح، تو سب کچھ صحیح | ۴۸ |
| ۶۳ | حضرت ادریس علیہ السلام کی ایک دن کی نیکیوں کی مقدار | ۴۸ |
| ۶۴ | جنت اور جہنم کے وجود کی ایک عقلی دلیل | ۴۹ |
| ۶۵ | ایک حدیث کی دل نشیں تشریح | ۴۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ٦٦ | قرآن وحدیث کی شرح کرنے میں حضرت نانوتویؒ کا انمول طریقہ | ۴۹ |
| ٦٧ | ایک نواب صاحب کا واقعہ | ۵۰ |
| ٦٨ | انسانوں کو اپنی خداداد صلاحیتوں پر غور کرنا چاہیے | ۵۱ |
| ٦٩ | حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ کا واقعہ | ۵۱ |
| ۷۰ | محبت کی بھی ایک علامت ہوتی ہے | ۵۲ |
| ۷۱ | دخول جنت ایک اختیاری عمل پر موقوف ہے | ۵۳ |
| ۷۲ | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ | ۵۳ |
| ۷۳ | آج ہمارے اندر سے دوسروں کے بھلائی کی فکر نکل گئی | ۵۴ |


☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد احمد اللہ صاحب پھولپوریؔ دامت برکاتہم
خلیفہ وجانشین محسن الامت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب
پھولپوریؔ نور اللہ مرقدہٗ

علم ایک عظیم صفتِ الٰہیہ ہے، جس سے حق تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو سرفراز فرمایا، اس علم کی بدولت اسے عزت وسربلندی حاصل ہوئی، تمام مخلوقات پر فوقیت اور افضلیت نصیب ہوئی، خود انسانوں کے اہل علم ومعرفت کی حکمرانی غیر اہل علم پر عملاً نہ سہی ذوقاً ووجداناً مسلّم ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ'' کہ عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔

اصل مرکزِ علم اور منبعِ حکمت تو بس قرآن کریم اور احادیث نبویہ ہیں، مگر انسان نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے ان دونوں چشمہائے فیض سے علوم وفنون کی گوناگوں نہریں جاری کردیں، جن سے انسانیت علیٰ فرقِ استعداد زیورِ علم سے آراستہ ہوتی رہتی ہے، قرآن وحدیث کے اندر غور وفکر، استنباطِ احکام اور استخراجِ مسائل کے نتیجے میں مختلف مکاتبِ فکر اور متنوع مناہجِ عمل وجود میں آئے۔ نیز ہر زمانے کے تقاضے، انسان کی وقتی ضروریات اور عصری ہم آہنگی کی مصلحت کے پیش نظر علمائے امت اور مبصرین ملّت حضرات، قرآن وحدیث کی تشریحات امت کے سامنے ایسے سہل اور موافق انداز میں پیش فرماتے رہے کہ طالبین صادقین کی سیرابی بھی ہوجائے اور معاندین کے کھوکھلے اعتراضات اور ناقابل اعتناء اشکالات کا دندان شکن جواب بھی بن جائے۔

اکابرین دیوبند میں صف اوّل کے عالم ربانی، مجدد زمانہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی زبان وقلم سے حق تعالیٰ نے دین متین کی تمام شاخوں میں سرسبزی وشادابی پیدا فرمائی، حضرت نے علم وعمل کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں جہالت اور بدعات وخرافات کے جو دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، ان کو چاک کرکے شریعت وسنت کی اصل صورت اور حقیقی سیرت کو بے نقاب نہ کیا ہو؛ حضرت والا کی ذات ایسی بافیض واقع ہوئی تھی کہ بعد کے تقریباً تمام اہلِ حق علمائے کرام نے افادۂ عام کے لیے ان کی تحریروں سے استفادہ کرکے انھیں سہل انداز میں امت کے سامنے پیش کرنا وقت کا اہم تقاضا تصور فرمایا، والد ماجد محسن الامت حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہٗ نے بھی اپنی زندگی کا اہم حصہ اس مبارک عمل میں گزارا کہ آسمانِ شریعت کا جو بادل میزابِ اشرفی سے ہوکر ارضِ انسانیت پر برسا اس سے اپنے قلب ونظر کو سیراب کیا، پھر بادہ خوارانِ شریعت وطریقت کو بھی خوب آسودہ کام فرمایا، حضرت والا کے بیانات کی ایک معتدبہ مقدار جو مذکورہ حقائق کی ترجمانی پر مشتمل ہے، بذریعۂ ٹیپ ریکارڈ محفوظ ہے، توکلاً علی اللہ عزم ہے کہ ان تمام جواہر پاروں کو افادۂ عام کی غرض سے رفتہ رفتہ سپردقرطاس کرکے طالبین کے سامنے پیش کیا جائے، چند مجموعۂ خطبات منظرعام پر آچکے ہیں، اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ مجموعہ خطبات بنام ''**سکینۃ القلوب**'' حاضر خدمت ہے۔

دعافرمائیں یہ مبارک سلسلہ باخلاص دوام وبہ جہد تمام اپنے انجامِ نیک نام کو پہنچے۔ (آمین) وماتوفیقی الاّ باللہ۔ والسلام

(مفتی) محمد احمد اللہ پھولپوری غفراللہ لہٗ ولوالدیہ

خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ (یوپی)

۲۴/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ

# اتباعِ نفس کا انجام

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُه، وَنَسْتَعِيْنُه، وَنَسْتَغْفِرُه، وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَه، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَه، وَنَشْهَدُ أَن لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُه، وَرَسُوْلُه، صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. ”إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ“(الأنبياء:۹۸) صدق الله مولانا العظيم.

وَقَالَ النَّبِيُّ –صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ– الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَه، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَه، هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللهِ. (سنن ترمذی، رقم:۲۴۵۹، وابن ماجۃ:۴۲۶۵)

## اصلاحِ نفس نہ کرانے کا نقصان:

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

کل یہ بات چل رہی تھی کہ جب انسان کا نفس من مانی کرتا ہے تو پھر اس انسان کی بربادی کے لیے اس سے زیادہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں، جیسے کسی ملک میں قانون نہ ہو تو راج فیل ہوجاتا ہے، قانون پر عمل نہ ہو، لاقانونیت ہو تو وہ ملک ویران اور برباد ہوجاتا ہے

اور دیوالیہ ہوجاتا ہے، اسی طرح کسی انسان کے اس جسمانی ملک میں کوئی قانون اور ضابطہ نہ ہو بلکہ نفس من مانی زندگی گزار رہا ہو تو یقیناً اس کی بربادی اور اس کی ویرانی کے لیے مزید کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

## پہلے اپنے نفس کی اصلاح کیجیے!

حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو یہ کہتا پھرتا ہو کہ ''هَلَکَ النَّاسُ ''یعنی لوگ تو ہلاک ہوگئے، ''فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ ''یعنی وہ خود سب سے بڑا ہلاک شخص ہے۔

''إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَکَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ ''(صحیح مسلم، رقم:۲۶۲۳) جس کو دوسروں کے گھر میں آگ لگی ہوئی دکھائی دیتی ہو اور اپنے گھر کی آگ دکھائی نہ دے، جیسا کہ لوگوں کا مزاج بنتا اور بڑھتا چلا جارہا ہے۔ انسان جب دوسروں کی خرابی دیکھتا ہے، اپنی خرابی نہیں دیکھتا، اپنی اصلاح کی فکر سے غافل ہوکر دوسروں کی اصلاح کے لیے جب صرف باتیں کرتا ہے تو ایسا شخص خود سب سے زیادہ فساد اور ہلاکت کا شکار ہے؛ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دنیا میں کوئی کام اسی سے لیتے ہیں یا اسی کا کوئی کام قبول کرتے ہیں جس کو خود اپنی اصلاح کی فکر ہو، اور جس کو اپنی اصلاح کی فکر نہیں ہوتی اس سے اصلاح کا کوئی کام اللہ تعالیٰ نہیں لیتے؛ کیوں کہ لوگوں کی ہلاکت دیکھنے والے جہاں اپنی اصلاح کرسکتے ہیں، وہاں اپنی طاقت اور صلاحیت کو اپنی اصلاح کرنے میں استعمال نہیں کرتے اور جہاں استعمال نہیں کرسکتے، وہاں واویلا مچاتے رہتے ہیں۔ چوں کہ اپنی اصلاح پر اس کو سو فیصد قدرت ہے، اپنے آپ کو جدھر چاہے پھیر لے اس کو اس پر قدرت ہے؛ لیکن اس پر محنت نہیں کرتا اور ساری دنیا کی آگ بجھانے پر قدرت دکھا رہا ہے اور اس کی فکر کررہا ہے، اسی لیے حدیث شریف میں ایسے لوگوں کو

''فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ'' کہا گیا۔شاعر کہتا ہے ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
اپنی آنکھوں کا ذرا شہتیر اے غافل تو دیکھ

اپنی آنکھوں کا شہتیر تو تجھے نہیں دکھتا اور دوسروں کا تنکا تجھے دکھتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم راستہ سے بالکل بھٹکے ہوئے ہو، اس لیے شریعت کا دارومدار انسانی مملکت پر اور انسانی جسم پر خدائی راج کو قائم کرنا ہے، کس کے مقابل میں؟ نفس کے راج مقابل میں اور نفس کے راج کو ختم کرنا ہے؛ بس اور کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔

## انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے:

میرے دوستو! شیطان نفس کا معاون ہے، چناں چہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا کہ شیطان سے بھی بڑا کوئی دشمن ہے؟ تو حضرت والا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شیطان کو کس نے بہکایا تھا؟ شیطان کو تو اس کے نفس نے بہکایا تھا، اس لیے انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اس کا نفس ہوا۔

## اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ کے آنسو کی قدر:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت شان یہ ہے کہ اس کو اپنی تعریف اتنی پسند نہیں جتنی گنہگار بندوں کے آنسو پسند ہیں، اس لیے اگر کسی انسان سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ سے توبہ واستغفار کرکے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرلے۔

## حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کا واقعہ:

اگر آپ سے کوئی کہے کہ صاحب آپ ایسے ہیں ویسے ہیں، تو آپ خوش ہوجائیں

گے کہ میری تو تعریف ہورہی ہے؛ لیکن مجتہدعصر قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ کو چند باتیں لکھی تھی، ان باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میری تعریف کرنے والے اور میری مذمت بیان کرنے والے میرے نزدیک سب برابر ہوگئے، مجھے نہ تو کسی کی تعریف سے کوئی خوشی ہوتی ہے اور نہ کسی کی گالی سے کوئی رنج ہوتا ہے، میں تو دونوں کو خلاف حقیقت سمجھتا ہوں، اس لیے مجھے نہ تو ان کی گالیوں سے کسی طرح کا کوئی رنج ہوتا ہے، اور نہ ان کی تعریف سے کسی طرح کی کوئی خوشی ہوتی ہے؛ کیوں کہ حقیقت تو اللہ تعالیٰ کے یہاں پتہ چل جائے گی، اس دنیا میں تو فضول خرچی ہورہی ہے، لفاظیاں چل رہی ہیں، اسی لیے حضرت والا علیہ الرحمہ نے کہا کہ میرے لیے مادح اور ذام سب برابر ہیں۔

## ایک مسلم اور غیر مسلم ڈاکٹر کا واقعہ:

ایک آدمی کا واقعہ سن لیجیے کہ مدراس کا ایک بہت ماہر غیر مسلم ڈاکٹر تھا، جس نے کسی شخص کے آنکھ کا آپریشن کیا، جب آپریشن کرلیا تو پہلی آنکھ غائب ہوگئی، بلب فیوز ہوگیا اور روشنی نہیں آئی، اور دوسری آنکھ کا جب آپریشن کرنا شروع کیا تو اس آنکھ میں چالیس پچاس فیصد روشنی آگئی، تو وہاں موجود مسلم ڈاکٹر نے اس سے کہا: Thank You بھائی! بہت بہت شکریہ!۔

اس پر اس غیر مسلم ڈاکٹر نے فوراً Thank May Good کہا، یعنی اس غیر مسلم ڈاکٹر نے مالک کا شکریہ ادا کیا، اور یہ کہا کہ اگر میرا کمال ہوتا تو پہلی آنکھ میں روشنی ضرور آتی؛ لیکن اس میں تو بالکل روشنی نہیں آئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں، بلکہ مالک کا کمال ہے؛ لہٰذا تعریف کے لائق اور مستحق وہی مالک ہے، میں نہیں

ہوں۔

## تمام تعریفوں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں:

میرے دوستو! اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اگر کسی کی تعریف کرنی ہو تو الحمد للہ کہو! مثلاً اگر برتن پسند آئے تو اس میں برتن کا کوئی کمال نہیں، بلکہ برتن بنانے والے کا کمال ہے، اگر کسی کو ظروف پسند ہوں تو اس میں ظروف کا کوئی کمال نہیں، بلکہ ظروف بنانے والے کا کمال ہے، اگر کسی کو کوئی مصنوع پسند آجائے تو اس میں مصنوع کا کوئی کمال نہیں، بلکہ صانع کا کمال ہے۔

## الحمد للہ کی چار تفسیریں:

اسی لیے کہا گیا ہے کہ الحمد للہ میں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف نقل کی گئی ہے ان سب تعریفوں کی چار شکلیں ہوتی ہیں:

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تعریف خود کرے۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف بندہ کرے۔

(۳) بندہ بندے کی تعریف کرے۔

(۴) اللہ ربّ العزت اپنے بندوں کی تعریف کرے۔

عقلاً یہ چار شکلیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، یعنی سب تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لوٹتی ہیں، کسی بھی تعریف کا معاملہ بندے کی طرف نہیں لوٹتا، بندہ کا اس سے کوئی کمال ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کمال ثابت ہوتا ہے۔

## ایک مسئلہ کے ذریعہ اس بات کی تشریح:

دوستو! آپ لوگوں نے مسئلہ سنا ہوگا کہ غلام کی اپنی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور نہ اس کی ملکیت ہوتی ہے، غلام جتنی بھی بڑی گاڑی پر چڑھ کر جارہا ہو وہ گاڑی اس کی نہیں ہے، وہ تو اس کے مالک کی ہے، جتنا بھی اچھا کپڑا پہن کر جارہا ہو اور خوب واہ واہی ہورہی ہے، یہ سب تعریفیں حقیقت میں اس کے لیے نہیں ہیں، بلکہ اس کے مالک کے لیے ہیں، اسی لیے بزرگوں نے لکھا ہے کہ جو شخص یہ سوچے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ مخلوق کی نگاہیں، میرے گناہوں تک نہیں پہنچی ہیں، یعنی اللہ ربّ العزت کا کتنا کمال ہے کہ اس نے میرے ہزارہا گناہوں پر ٹیپ پلاسٹک چپکا دیا، جو اتنا چمک رہا ہے، نیز آدمی یہ سوچے کہ جتنا عیب میں جانتا ہوں اس سے زیادہ اللہ ربّ العزت جانتے ہیں، اگر ایسی تعریف کررہا ہے تو یہ تعریف للہ ہے۔

## شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا ایک قول:

اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ سمجھاتے ہیں کہ اے لوگو! میں اپنے عیوب جتنا جانتا ہوں اتنا تم نہیں جانتے، تم تو ایک دو عیب کو جان کر مجھے برا بھلا کہتے ہو، حالاں کہ میں سو عیب کے برابر ہوں، میں تو سو عیبوں کا عیب دار ہوں، تم میرے ایک عیب کو دیکھ کر میری برائی کرتے ہو، مجھے اس سے شکایت نہیں ہے، میں خوش ہوں کہ تم میرے عیوب کم جانتے ہو، میرے دوستو اگر ہم یہ باتیں سوچیں گے تو لڑائی کبھی ہوگی ہی نہیں۔

## اللہ تعالیٰ اپنی تعریف سے زیادہ بندوں کے رونے کو پسند کرتا ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنی تعریف سے زیادہ بندوں کے سسکنے کو پسند کرتا ہے، اس کے رونے کو پسند کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب بندہ گناہ نہ

کرے تو میں ایک نئی مخلوق پیدا کروں گا، جو گناہ کرے اور معافی مانگے۔

## اللہ تبارک وتعالیٰ کو گناہ پسند نہیں:

میرے دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ کو گناہ پسند نہیں ہے، جیسا کہ اللہ ربّ العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں "لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ" (سورۂ زمر:۷) لیکن اس کفر پر انابت، توبہ اور ایمان کی بھیک مانگنے کا جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے قصور ہوا، فوراً توبہ کرنے کے لیے گر گئے اور جب جھک گئے تو سب معاف ہو گیا۔

## اللہ کے دربار میں رونا اس کے عطا کی کنجی ہے:

ایسا ہی جب انسان توّاب ہو جاتا ہے، اللہ ربّ العزت سے جلدی جلدی معافی مانگنے کا مزاج بن جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے رونے کی عادت جب پڑ جاتی ہے، تو ربّ العالمین کے سامنے رونے کی عادت کا پڑنا درحقیقت اس کے عطا کی کنجی ہے۔

## چھوٹے بچوں کا رونا اللہ کے عذاب کو روکنے کا سبب ہے:

چناں چہ مولانا سید اصغر حسین صاحب علیہ الرحمہ بڑے درجہ کے لوگوں میں سے تھے، نیز دادا جان قطب الاقطاب عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ کے معاصر بھی تھے، دونوں میں دوستانہ تعلق تھا، دونوں جون پور میں پڑھاتے تھے، ایک مرتبہ مولانا سید اصغر حسین صاحب علیہ الرحمہ سے لوگوں نے یہ کہا کہ حضرت دعا کر دیجیے، یہ لڑکا بہت رو رہا ہے، تو حضرت نے فرمایا جاؤ اس کو رونے دو، لوگوں نے کہا کہ نہیں حضرت دعا کر دیں کہ ٹھیک ہو جائے، تو حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی اگر یہ بچہ بھی چپ ہو جائے گا تو آسمان سے عذاب نازل ہو جائے گا۔ یہ بچوں کا رونا اللہ تعالیٰ کے

عذاب کو روکنے کا سبب ہے؛ کیوں کہ تم تو روتے نہیں ہو، تو تمہارے بچوں کے رونے کی وجہ سے تمہاری بھی کفالت ہوجاتی ہے، چناں چہ ایک حدیث شریف میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں یہ کمر خمیدہ بیمار اور پریشان بوڑھے نہ ہوتے اور یہ چھوٹے چھوٹے بچے رونے والے نہ ہوتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان سے عذاب برسا دیتا، یہ جو جوان جنس اور ٹی شرٹ پہن کر اور کھا کر مسٹنڈا ہوکر گھوم رہے ہیں اور اللہ کی نافرمانیاں کرتے پھر رہے ہیں، صبح کھاتے ہیں تو شام تک نافرمانی کرتے رہتے ہیں اور اس کو خیال تک نہیں آتا کہ ہم کتنی بڑی نافرمانی کرکے اس کی مملکت میں گھوم رہے ہیں، اگر وہ مالک گردہ فیل کردے تو کیا کروگے، اگر دماغ فیل کردے تو کیا کروگے۔

میرے دوستو! یہ جو بیچ والے طاقت وراور زور آور لوگ ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ ان کی وجہ سے پتھر کی بارش ہوجاتی؛ لیکن یہ بچے رو رو کر اس کو روکے ہوئے ہیں، اب تم تعویذ لکھوا رہے ہو کہ بچے بھی نہ روئیں ''لَوْلَا شَبَابٌ خُشَّعٌ، وَبَهَائِمُ رُتَّعٌ، وَشُيُوْخٌ رُكَّعٌ، وَأَطْفَالٌ رُضَّعٌ، لَصَبَّ عَلَيْهِمُ الْعَذَابَ صَبًّا '' (کشف الخفاء:۲/۲۱۲، رقم:۲۱۱۹)

**ترجمہ**: اگر عاجزی کرنے والے نوجوان، چرنے والے جانور، عبادت کرنے والے بوڑھے اور شیر خوار بچے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ لوگوں پر سخت عذاب نازل کرتا۔

## والدین کی ذمہ داریاں:

آج لوگ والدین کا شرف لینا چاہتے ہیں کہ صاحب! ماں باپ کا بہت بڑا درجہ ہے، کیا درجہ ہے؟ درجہ یہ ہے کہ شیشی پلا دیا اور وہ شیشی منہ کے اندر رہی اور آپ دفتر چلے گئے، وہ چلاتا رہا اور آپ کمانے چلے گئے اور بعد میں کہتے ہو کہ میرے بچے اپنے ماں باپ کا خیال نہیں کرتے!۔

میرے دوستو! اولاد کا اپنے والدین کا خیال، ان کی خدمت، ان کی قدر اور ان کی دیکھ ریکھ اس وجہ سے نہیں کرتی ہے کہ اس نے تو اپنے والدین کو پہچانا ہی نہیں، کیوں کہ شیشی اس کی ماں ہے اور شیشا اس کا باپ ہے، تو قدر کس کی کرے؟ کسی بھی چیز کا درجہ مجاہدہ کرنے پر ملتا ہے، بغیر مجاہدہ کیے کچھ بھی نہیں ملتا، والدین چاہتے ہیں کہ کچھ کرنا بھی نہ پڑے اور ماں باپ کا درجہ مل جائے، بچہ رو رہا ہے تو مولوی صاحب کے پاس تعویذ لینے آ گئے، تاکہ بچہ بالکل چپ ہو جائے۔

## ایک بچے کا رونا پوری قوم کی نجات کا ذریعہ بن گیا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا حکم دیا کہ جاؤ اس قوم کو لے جا کر الٹ دو! اب جب الٹنے کی تیاری ہو گئی تو پھر دوسرا حکم آیا کہ عذاب روک دیا جائے، چناں چہ یہی ایک قوم ہے جس پر عذاب آ کر واپس ہو گیا، اور جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ جب فرشتے یہاں سے عذاب لے کر چلے تھے تو ایک بچہ رو رہا تھا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ جس قوم میں کوئی رو رہا ہو اس قوم پر میں عذاب نازل نہیں کرتا، بچہ ہی سہی اس نے رو دیا، اس لیے عذاب منسوخ ہو گیا، گویا کہ ایک بچہ کے رونے کی وجہ سے پوری قوم کو نجات مل گئی۔

## اپنی ہر ضرورت کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرو!

جس طرح ایک بچہ رو کر اپنی تمام ضروریات اور حاجات کو والدین سے پوری کرا لیتا ہے، اسی طرح اگر ہم بھی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے سامنے روتے رہیں اور مانگتے رہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ضرورتوں کو ضرور پوری کریں گے، ہمیں کسی مخلوق سے کچھ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی، خود بخود حکم ہوگا کہ میرا فلاں بندہ فلاں جگہ پر ہے وہاں لے

جاؤ اور اس کو کھلا کے آؤ!۔

## ایک شخص کا واقعہ:

ایک صاحب سے حضرت والا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک نسخہ بتاتا ہوں؛ کیوں کہ ہر سال بہت سے لوگ اس نسخے کے متعلق پوچھتے تھے، تو اس شخص نے بھی پوچھ دیا کہ حضرت مجھے بھی بتادیجیے، چناں چہ حضرت والا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ روزانہ بلاناغہ دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھو اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرو!۔

خیر وہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے شروع کر دیا اور بلاناغہ نماز پڑھنے لگ گیا، تو ایک مرتبہ میں بمبئی سے آرہا تھا، تو ٹرین میں ایک صاحب پوچھتے ہوئے آرہے تھے کہ فلاں مولوی صاحب کہاں ہیں؟ جب کہ میں اس وقت سو رہا تھا، تو مجھے اٹھا کر پوچھا بھائی! آپ کا نام کیا ہے تو میں نے کہا کہ میرا یہ نام ہے، تو انہوں نے اس وقت کے حساب سے ایک حج کا جو خرچ آتا تھا دیدیا اور یہ کہا کہ لو بھائی یہ تمہارے حج کا خرچ آگیا، معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی جگہ سے بھی عطا کرتے ہیں جہاں سے بندے کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، لہٰذا ہمیں کسی مخلوق کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

## اپنا ایک واقعہ:

میرے (حضرت مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوریؒ) ساتھ سفر میں ایک صاحب تھے، جو میزبان سے کنارے میں جاکر کہنے لگے کہ صاحب میں بہت پریشان ہوں، آپ سے جو کچھ ہوسکے میری مدد کیجیے، لیکن حضرت کو یہ بات معلوم نہیں ہونی چاہیے، تو اب میزبان نے آکر مجھ سے پوچھنا شروع کر دیا کہ حضرت آپ کے ساتھ جو مولوی صاحب

آتے ہیں وہ بہت پریشان ہیں، کچھ مدد کروں؟ تو میں نے کہا کہ اولاً آپ کو پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم کو دینے کا جی چاہ رہا تھا تو دیدیتے، تو اس نے ایک بات کہی کہ حضرت میں بہت سوچتا رہا کہ دوں یا نہ دوں، حالاں کہ وہ دینے والا آدمی تھا، مدد کرتا تھا، وہ کہنے لگا کہ آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ مخلوق سے کہہ رہا ہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہتا تو اس کے ہاتھ کنجی لگ جاتی اور عزت سے لیتا اور عزت سے دیتا؛ لہٰذا اللہ سے نہ کہنے کی جو عادت ہے وہ آج پریشان کر رہی ہے، نیز وہ عادت مخلوق کے سامنے دست سوال دراز کرواتی ہے اور مخلوق سے ڈانٹ سنواتی ہے، کیوں کہ ''لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ'' کہ صاحب حق کو کچھ کہنے کا حق ہوتا ہے، یہ سب کیا ہے؟ یہ اللہ ربّ العزت سے نہ کہنے کا نتیجہ ہے، کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا
جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو

اللہ تبارک وتعالیٰ اعلان فرما رہے ہیں کہ میں داتا ہوں اور ہم لوگ بینک چھوڑ کر دوسرے کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں، بس اب دعا کر لیجیے اللہ ربّ العزت ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائے۔ (آمین)

**وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین.**

# مذہب اسلام کی حقانیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ”وَ مَنْ یَرْغَبُ عَن مِّلَّۃِ إِبْرَاھِیْمَ إِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ وَلَقَدْ اِصْطَفَیْنَاہُ فِی الدُّنْیَا وَإِنَّہٗ فِي الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصَّالِحِیْنَ“ (البقرۃ: ۱۳۰) صدق اللہ مولانا العظیم.

## اسلام اللہ سے تعلق قائم کرنے کا ذریعہ ہے:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ابھی آپ کے سامنے مولانا محبوب عالم صاحب اللہ تعالیٰ سے تعلق کی باتیں سنا رہے تھے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے اس دنیا میں جو رسی قرآن اور شریعت بیضا کی شکل میں اتاری ہے، اگر اس کے ساتھ کوئی جڑ جاتا ہے تو اس کو اللہ کا تعلق نصیب ہو جاتا ہے، اور اس تعلق سے ہمیں دنیا اور دنیا کی خوش گوار زندگی کیسے نصیب ہوگی؟ تو وہ اولیاء اللہ اور بزرگوں کی زندگی دیکھ کر آدمی محسوس کر سکتا ہے۔

## اسلام سے پہلے کے احوال:

اسلام آنے سے پہلے اس دنیا میں انسان بہت ہی پریشان اور بہت ہی ضلالت وگمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہا تھا: زناکاری ، بدکاری، عیاری اور فحاشی ایک طرح کا آئیڈیل بن چکا تھا، کمزوروں پر ظلم وستم اور بالادستی کی انتہا ہوچکی تھی، آپسی لڑائی، قتل وقتال، جنگ وجدال اور خوں ریزی ان کا شیوہ بن چکا تھا، معبود حقیقی کی عبادت چھوڑ کر معبودان باطلہ کی پوجا ہی ان کا مذہب بن چکا تھا، یہاں تک کہ اس دنیا کے سب سے پاک اور پوِتر گھر خانۂ کعبہ میں ۳۶۰ مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایسے وقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر یہ آواز لگوائی کہ تمہیں اس دنیا میں بھی فلاح وبہبود اور آخرت میں بھی فلاح وبہبود حاصل ہوگا، اگر تم اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایک معبود مان کر اور اس پر ایمان لاکر زندگی گزاروگے۔

## ایک اعلان نے عالم کفر میں آگ لگادی:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان سارے لوگوں کو بہت ہی گراں گزرا اور بہت ہی بھاری پڑا۔ بس اب کیا کہنا! دوست دشمن ہوگئے، ان کی قربتیں عداوت میں تبدیل ہونے لگیں، اپنا قبیلہ اور خاندان خونخوار بھیڑیئے کی شکل اختیار کرنے لگا اور رفتہ رفتہ پورا مکہ اور عالم کفر جنگ وجدال اور قتل وقتال کے لیے آمادہ ہوگیا اور بعض کفار قریش نے تو حد ہی کردی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکومت اور سرداری چاہیے تو ہم حکومت بھی دیں گے اور اگر آپ کو حسین وجمیل لڑکیاں چاہیے تو ہم وہ بھی دیں گے؛ لیکن آپ یہ کام چھوڑ دیں۔

## وہ تو نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے، دنیا دار نہ تھے:

لیکن قربان جایئے عبداللہ کے لخت جگر آمنہ کے نور نظر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ انہوں نے اپنے دوستوں کی دشمنی کو سینہ سے لگانا منظور کیا، اپنے قریبی رشتہ داروں کی قربت کو عداوت میں تبدیل ہونے کو منظور کیا، اپنے قبیلہ اور خاندان کو اپنے خلاف خونخوار بھیڑیا بن جانا پسند کیا، حتیٰ کہ پورے مکہ اور عالم کفر کے خلاف قتل وقتال کے لیے آمادہ ہونا پڑا؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس پیغام سے رکنے کا نام نہیں لیا، اور انہوں نے اپنا وہ فریضہ بخوبی انجام دیا جس کے لیے وہ اس دنیا میں آئے تھے۔

## حضرات صحابہ کے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی برکت:

''اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' (التوبۃ:۱۰۰) یعنی مہاجرین ہوں یا انصار ان میں سے ہر ایک نے سبقت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق جوڑا اور آپ کے نقش قدم پر چلتے چلے گئے جس کی وجہ سے کامیابیوں نے ان کے قدم چوما، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے قدموں میں ایسی برکت رکھی ہے کہ جو ان کے قدموں سے قدم ملا کر چلا وہ بھی اس دنیا میں اللہ ربّ العزت کی رضا اور خوشنودی کا حق دار ہو گیا۔

## حضرات صحابہ کی کامیابی کا راستہ قیامت تک باقی رہے گا:

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اگرچہ اس دنیا سے چلے گئے؛ لیکن خوشی پانے والا راستہ بند کر کے نہیں گئے، بلکہ خوشی دینے والا راستہ چھوڑ کر اور بتا کر گئے، پھر تابعین آئے تو انہوں نے اپنے بعد والوں کو وہی راستہ بتا دیا اور جب تبع تابعین آئے تو وہ

لوگ بھی اپنے بعد والوں کو اللہ کی خوشنودی کا راستہ بتا کر گئے۔

## فاقہ کش لوگوں کی کامیابی:

جب اللہ کی رضا پانے والے صحابہ ایک راستہ بتا کر اور طے کر کے گئے، نیز چل کر اس ہائی وے کے نشاندہی کر کے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو مان کر انہوں نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود اپنی کامیابی ساری دنیا سے منوایا، گاندھی جی بھی لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ مجھے عمر جیسا آئیڈیل اور نمونہ چاہیے، گویا ''اَلْحَقُّ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ'' یعنی حق تو وہ ہے جو دشمن کے بھی سر پر چڑھ کر بولے، یعنی دشمن بھی بولے کہ یہ فاقہ کیا چیز تھی، جس نے ان کو وہاں پہنچایا! اور کس چیز نے ہم کو اس پستی پر لا کر چھوڑا!!۔

## حضرات صحابہ کی کامیابی کا راز:

ہمارے اور ان کے درمیان آخر فرق کیا ہے؟ کیا کوئی ایسی چیز تھی؟ جو ان کے اندر موجود تھی اور ہمارے اندر نہیں ہے، کیا وہ ایٹم بم کے مالک تھے اور ہمارے پاس نہیں ہے؟ کیا وہ دنیا میں ہتھیار بنانے کا کام کرتے رہے اور ہم نے چھوڑ دیا؟ اس لیے ہم پیچھے رہ گئے اور کامیابی نے ان کے قدم چوما، اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے جس حق پرستی کے ساتھ زندگی گزاری تھی، وہ ایک اختیاری عمل تھا، اگر آپ بھی چاہیں تو اس حق پرستی کو اپنا سکتے ہیں، آپ بھی چاہیں تو اپنے معاملات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکموں کا پالن کر سکتے ہیں، اللہ کے بندوں کے ساتھ ان کے بتائے ہوئے طریقہ کو پورا کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ اس میں نہ آپ کو ایٹم بم کی ضرورت ہے نہ آپ کو طاقت کی ضرورت ہے اور نہ کسی عددی طاقت کو بڑھانے کی ضرورت ہے، بلکہ کفر کی گھٹاٹوپ تاریکی میں جب کہ ساری

دنیائے کفر مسلمانوں کے دین اور قرآن واحادیث حتیٰ کہ اس کے نام اور وجود کو مٹانے کے لیے بالکل کمر بستہ اور تیار ہے، ایک شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر تزکیۂ نفس کرانے اور اللہ کے احکام پر جدوجہد کر کے عمل کرنے کی ضرورت ہے، چاہے ان احکام کا تعلق حقوق العباد سے ہو یا حقوق اللہ سے!۔

## ایک انسان کفر کی تاریکی کو اسلام کی روشنی میں تبدیل کرسکتا ہے:

یہی وجہ ہے کہ نبی ساری دنیا میں اکیلا اور کروڑوں کے مقابل میں اکیلا ابھرتا ہے، خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے اولین وآخرین کے نبی بن کر آئے۔

''یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ''(الاعراف:۱۵۷) کا اعلان کرنے والے نبی کو اگر آپ اس وقت کی آبادی کے تناسب سے بھی دیکھیں، تو کفار کئی فیصد تھے، فیصد ہی نہیں بلکہ ہزاروں لاکھ تھے جن کے مقابلے میں نبی اکیلے تھے، لیکن بے شمار انسانوں کے دل ودماغ ان کی طرف مائل ہوگئے، تیئیس سالہ نبوی زندگی میں ایک قول کے مطابق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین لاکھ صحابہ تیار ہوئے ہیں، جب تیئیس سال کی مدت میں تین لاکھ صحابہ تیار ہوگئے، تو آپ بتائیں کہ کونسی چیز تھی، جس نے ان کو اس درجہ تک پہونچایا؟ جب وہ تیار ہوگئے تو آپ نے دیکھا کہ اس وقت کے روس اور امریکہ تو ان کی ٹھوکروں میں تھے، انہوں نے قیصر وکسریٰ کے ایوان کو روند دیا، دنیا نے دیکھا کہ یہ بے سروسامان کیسے غالب ہوگئے، ان فاقہ کشوں نے اس وقت کی سب سے بڑی طاقت کو اپنے پاؤں سے کیسے کچل دیا، یہ چرواہے کیسے تخت نشیں ہوگئے، یہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن گھومنے والے سب سے عمدہ لباس کیسے پہننے لگے، میرے دوستو ان کی کامیابیوں کا راز ان کے ایک اختیاری عمل میں تھا اور وہ ہے ایمان کی حالت میں رسول اللہ کی صحبت!۔

## حضرات صحابہ ایک طاقت ور انجن تھے:

چناں چہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک طاقت ور انجن تھے، اور اگر ٹرین کا ڈبّہ انجن کے ساتھ جڑا ہوا ہو تو جس طرح انجن منزل پر پہنچتا ہے، اس طرح ڈبّہ بھی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور ڈبّے کے ساتھ جڑنے والے اور بیٹھنے والے انسان بھی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

## اللہ والوں کی صحبت میں رہنے سے عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے:

اے لوگو! آپ صحابی تو نہیں ہو سکتے؛ لیکن کسی کامل اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اس صحابی کا عمل تو اپنا سکتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو اب کوئی نہیں پا سکتا؛ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں تو ایک عاجز اور کمزور انسان کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر اپنا سکتا ہے۔

## راستہ بھٹکا ہوا انسان منزل تک نہیں پہنچ سکتا:

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں: ''وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' (التوبۃ: ۱۰۰) یعنی تم محبوب کی منزل لینا چاہتے ہو اور وہ بھی راستہ چھوڑ کر، یہ نہیں ہو سکتا، جو محبوب کا طریقہ چھوڑتا ہے وہ منزل سے محروم ہو جاتا ہے، اگر آپ چاہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل میں شریک رہیں، جنت میں ان کے ساتھ شریک رہیں، تو ان کے راستہ کو چھوڑ کر جنت میں نہیں پہنچ سکتے!۔

## کامل مومن بننے کے لیے کسی خارجی طاقت کی ضرورت نہیں:

بس سیدھا سا معاملہ ہے کہ اپنے آپ کو دین اسلام کے تابع کرلو۔ اور اپنے کو دین اسلام کے تابع کرنے میں نہ تو آپ کو دنیا کے دولت کی ضرورت ہے، نہ دنیا کی کسی جمہوریت کی ضرورت ہے، نہ حکومت کی ضرورت ہے اور نہ کسی خارجی طاقت کی ضرورت ہے، اگر ایک مسلمان سچ بولنا چاہے تو کونسی طاقت ہے جو اس کو جھوٹ بولنے پر مجبور کرے، ایک شخص مسلمان بن کر رہنا چاہے تو اس کو یہودی اور نصرانی کون بنا سکتا ہے؟ لیکن اگر خود ہی ہم مسلمان بن کر رہنا نہ چاہیں تو بات ہی اور ہے۔

میں آپ حضرات کو ایک پیغام یہ دینا چاہتا ہوں کہ بھائی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تو چلے گئے؛ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اس دنیا میں آج تک محفوظ ہے۔ نیز حضرات صحابہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے؛ لیکن ان کا طریقہ آج بھی موجود ہے، بے شک کوئی شخص ابوبکر نہیں بن سکتا؛ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل آج بھی اپنایا جا سکتا ہے، آج بھی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کا عمل دہرایا جا سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جب عمل دہرایا گیا تو عمر بن عبدالعزیز عمر ثانی کہلائے، اور دنیا نے پھر عمر کی وہی طاقت، وہی عدالت، وہی شجاعت اور وہی انصاف کی داستان پڑھنا شروع کیا۔

اگر ہم بھی حضرات صحابہ کے عمل کو دہرائیں تو کوئی مشکل کام ہے؟ اگر ہم مسلمان بن کر رہنا چاہیں تو کون ہے جو ہمارا اسلام چھین لے، ہمیں مسلمان بننے سے روک دے، دنیا لاکھ چھیننا چاہے؛ لیکن اگر ہم نہ چاہیں تو ان کی تمام تر کوششیں بے کار اور بے سود رہ جائیں گی۔

## مسلمانوں کی ترقی اسلام ہی سے ہوسکتی ہے:

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوے تارکِ قرآں ہوکر

آج ہم قرآن کو مانتے تو ہیں؛لیکن قرآن کریم کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں، قرآن کریم کہتا ہے نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، روزہ رکھا کرو، حج کرو، والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو وغیرہ وغیرہ؛لیکن مسلمان اس سنی کو ان سنی کر دیتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ ہماری ترقی یہودی اور نصرانی کلچر اپنانے ہی سے ہوسکتی ہے ؎

جسے فضول سمجھ کر بجھا دیا تونے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

اے مسلمانو! تمہاری ترقی اسلام ہی سے ہوسکتی ہے، چناں چہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تھا، ''نَحْنُ قَوْمٌ أَعَزَّنَا اللهُ بِالإِسْلَامِ''یعنی ہم وہ قوم ہیں جن کی عزت کا دارومدار اسلام ہے، ہم اسلام سے جتنا قریب رہیں گے، ہماری عزت اتنی ہی بحال ہوگی اور اسلام سے جتنا دور ہوں گے ہماری عزت اتنی ہی کم ہوگی۔

آج مسلمان یہی کہتا ہے کہ ہم بے عزت ہو رہے ہیں، ہمارا رب ہمارا ساتھ نہیں دے رہا ہے، میرے دوستو! رب تو ساتھ دینے کے لیے تیار ہے؛لیکن ہم ساتھ لینے کے لیے تیار نہیں، ہم اس کی مدد لینے کے لیے تیار نہیں۔

## صراط مستقیم پر چلنے والے قیامت تک باقی رہیں گے:

اس نے تو صراط مستقیم بھی کھول رکھا ہے اور اس پر چلنے والوں کو بھی پیدا کر رکھا ہے، اس کی رہنمائی کرنے والوں کو بھی فراہم کر رکھا ہے، آج کم ہی صحیح لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ صراط مستقیم پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں، بلکہ یہ تو قیامت تک باقی رہیں گے۔

## اسلام تو کجا اس کا ایک عمل بھی کوئی مٹا نہیں سکتا:

یہ دین اسلام اپنے طور طریقہ کو باقی رکھتے ہوئے قیامت تک زندہ رہے گا، جیسے قرآن کریم کی آیت کوئی شخص منسوخ نہیں کر سکتا، مٹا نہیں سکتا، چھپا نہیں سکتا، نیز قرآن کریم کا ایک عمل بھی کوئی شخص چھپا نہیں سکتا، لاکھ آپ عمل نہ کریں، ٹھیک ہے! آپ حافظ نہ بنیں، ٹھیک ہے! دوسرا اس پر عمل کرے گا، دوسرا قرآن کریم حفظ کرے گا اور دوسرا رمضان المبارک میں تراویح سنائے گا اور دوسرا اس کا عمل سکھائے گا، دوسرا آئے گا، آپ حافظ قرآن نہ بنیں، لیکن آپ چاہیں کہ یہ دنیا سے مٹ جائے، یہ نہیں ہوسکتا! اگر قرآن کریم منسوخ نہیں ہوسکتا، قرآن کی آیت منسوخ نہیں ہوسکتی، تو قرآن کا عمل بھی منسوخ نہیں ہوسکتا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم بھی نہیں مٹایا جاسکتا، دنیا مٹ سکتی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم نہیں مٹ سکتا، لہٰذا آپ کی یہ اپنی خوشی ہے کہ آپ اپنے رسول کے نقش قدم کو اپنے گھر میں جگہ نہ دیں! چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَايَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُم'' (سورۂ محمد:۳۸) یعنی اے مسلمانو! تم پیٹھ پھیر کر تو دیکھو! تمہاری جگہ دوسری قوم کو پیدا کر کے اپنے اسلام کی بقا کا انتظام کریں گے، جو اسلام پر مر مٹنے والے ہوں گے۔

## اسلام پر کوئی خطرہ نہیں:

اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ اسلام تمہارے گھروں میں رہے تو تمہیں اس کے لیے قربانی دینی ہوگی، تمہارے علاقہ میں رہے تو اس کی میزبانی کرنی پڑے گی، تمہارے علاقہ سے اسلام نہ جائے تو اس کے لیے مجاہدہ کرنے کے لیے تیار رہنا پڑے گا، ورنہ اسلام پر کوئی خطرہ نہیں، اسلام کو ماننے والے پیدا ہوتے جائیں گے، نئے نئے لوگ پیدا ہوتے جائیں گے اور قرآن کریم پر عمل ہوتا رہے گا، اسلام پر عمل ہوتا رہے گا، خوش قسمت ہوں گے وہ لوگ جو اس کو اٹھائیں گے، اور محروم القسمت ہوں گے وہ لوگ جو اس سے کنارہ کشی اختیار کریں گے، اپنے باپ دادا کے اسلام کو دیکھتے دیکھتے جو لوگ تھک گئے اور عاجز ہو گئے تھے، یہودی اور نصرانی بننے کے شوق میں دوڑ رہے ہیں۔

یاد رکھیے! یہ لوگ اسلام کا نہیں بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، اسلام کو تو کوئی مٹا نہیں سکتا اگر اسلام مٹتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ختم ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گئے تو اسلام بھی مٹ گیا ہوتا، چناں چہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ دین اسلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نہیں؛ کیوں کہ اگر اللہ ربّ العزت کا دین نہ ہوتا، بلکہ رسول اللہ کا دین ہوتا تو رسول اللہ کے اس دار فانی سے رخصت ہونے کے بعد یہ دین بھی رخصت ہو جاتا، معلوم ہوا کہ یہ دین اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد اس نبی کی جگہ ایک غیر نبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی تو اسلام نے ان کے زمانے میں کافی ترقی کی، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلام کی سرحدیں پھیل گئیں اور جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آئے تو ۶۶ لاکھ مربع میل پر اسلام کا جھنڈا

پھہرانے لگا اور حضرت ہارون رشید کے زمانہ میں شرق سے لے کر غرب تک اسلامی غلغلہ مچا ہوا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس اسلام کو اٹھایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو پروان چڑھاتے چلے گئے، نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے مزید بڑھایا۔

الغرض ہاتھ در ہاتھ اسلام کو آگے بڑھاتے چلے گئے، معلوم ہوا کہ اسلام کو ترقی دینے والے اور بڑھانے والے یہ بیچ کے لوگ نہیں تھے بلکہ اصل بڑھانے والا کوئی اور تھا؛ کیوں کہ ان میں سے ہر دوسرا پہلے کے مقابلے میں کمزور تھا، چناں چہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقابل میں چھوٹے تھے، حضرت عثمان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقابل میں چھوٹے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابل میں چھوٹے تھے، پھر بھی کام بڑھتا گیا، کم نہیں ہوا؛ اس لیے کہ کام لینے والا زندہ ہے بلکہ وہ تو حیٌّ لا یموت ہے۔

## آخری گزارش:

اگر آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعلق اور قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو راستہ اب بھی کھلا ہے اور قیامت تک کھلا رہے گا، آپ مسلمان بن کر رہنا چاہیں تو آپ کی اس سلسلہ میں مدد کرنے والے قیامت تک موجود رہیں گے، آپ کی رہنمائی کرنے والوں کو اللہ ربّ العزت قیامت تک باقی رکھیں گے، یہ دین اللہ ربّ العزت کا ہے تو دین چلانے والے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے متعین رہیں گے، کچھ بھی ہو جائے؛ لیکن اسلام کا نقصان ہم کبھی گوارہ نہیں کر سکتے، جس دن مسلمان یہ فیصلہ کر لے گا اس دن اس کی دنیا بھی کوئی نہیں چھین سکتا اور اس کا دین تو چھیننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بس دعا کر لیجیے!۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائے، ہم سب کو صحابہ کے نقش قدم پر چلنا نصیب کرے اور ہمارے خیالات اور عزائم میں پختگی پیدا فرمائے۔ (آمین)

**وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین.**

# خلقتِ انسانی کا مقصد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ”إِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِھِمْ“ (الرعد: ۱۱) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ.

میرے محترم بزرگو، دوستو اور عزیز طلبہ! ابھی آپ حضرات کے سامنے قاری عاشق صاحب سورۂ رعد کا دوسرا رکوع تلاوت فرمارہے تھے اور میں نے ان کی تلاوت کردہ آیات میں سے ایک آیت کا کچھ حصہ آپ لوگوں کے سامنے دہرایا ہے اور اسی آیت کی روشنی میں مختصر سی بات عرض کرنے کا داعیہ پیدا ہوگیا ہے، دعا کیجیے! اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور اعمال مقبولہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

## خلقت انسانی کا مقصد طاعتِ الٰہی ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا میں انسانوں کو اپنی طاعت وفرماں برداری میں

انبیا کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے بھیجا ہے، اور اس اطاعت وفرماں برداری کا امتحان نفس وشیطان کے تقاضوں کے بیچ ہوتا رہتا ہے کہ اپنے رب کے اطاعت گزار ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو آپ کی اطاعت کا معیار کس قدر بلند ہے، خود حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی زندگی میں اپنے رب کی اطاعت اور اس میں کہیں سے فرق نہ آنے پائے، اس فکر میں پوری پوری زندگی گذار دیتے ہیں اور پھر بھی ان کو اطمینان نہیں رہتا، اگر میں اس کے متعلق ایک دو قصہ سناؤں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، لیکن پھر بھی سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ سنا دیتا ہوں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ:

عورت کبھی اس دنیا میں انسانوں کو صراط مستقیم سے ہٹانے والی ایک بہت بڑی چیز بن جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات اور شہوتوں کی تسکین وتکمیل کے لیے اور نفس کی خواہشوں کو سکون دینے کے لیے عورتوں کے سلسلے میں بھٹکتا رہتا ہے، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کو اس امتحان سے گزار کر (ان کا واقعہ قرآن کریم میں اجمالاً اور کتبِ احادیث وقصص میں تفصیلاً مذکور ہے) اور ان کی اس استقامت کو دنیا والوں کو دکھا کر اور سارے امتحانات سے عبور کروا کر حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی دنیا والوں کو یہ بتلا دیا ''وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ'' (سورۂ یوسف:۵۳) یعنی میں اپنے نفس کی کوئی براءت نہیں کر سکتا، میرا بھی نفس تو امّارہ بالسوء ہے، وہ اپنی عادات سے باز نہیں آئے گا، اس لیے اگر میں اپنے رب کریم کے رحم وکرم سے اس امتحان میں پاس ہو گیا تب بھی میں مطمئن نہیں ہوں کہ آئندہ بھی میں امتحان میں پاس ہوتا رہوں گا؟

حضرت یوسف علیہ السلام اس خطرہ کو سامنے رکھ کر اپنی ساری کامیابی اللہ ربّ العزت کے فضل وکرم کے حوالہ سے نقل کیا ہے، انہیں یہ خطرہ تھا کہ نہ جانے کس وقت صراط مستقیم مجھ سے چھوٹ جائے، اس لیے ایک امتحان کی کامیابی کو اپنی آخری کامیابی اور جنت میں لے جانے والی کامیابی انہوں نے نہیں گردانا، اور پھر پوری زندگی انہوں نے اپنے کو امتحان ہی کے بیچ رکھا۔

## ایمان خوف اور امید کا نام ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے متعلق امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری شریف میں ایک روایت نقل کی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وَاللهِ لَاأَدْرِيْ مَا يَفْعَلُ اللهُ بِيْ وَلَابِكُم'' (بخاری شریف:۱۸۰۷) یعنی اللہ کی قسم مجھے پتہ نہیں ہے کہ میرا رب میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟۔

میرے دوستو! آپ اندازہ لگائیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور تسکین دے دی گئی، سید الانبیاء والمرسلین کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ'' (الفتح:۲) کے ذریعہ اطمینان کی سند دے دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر کے معافی کا پروانہ بھی سنا دیا گیا، نیز یہی اطمینان کا راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے نبیوں کے بیچ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار تک پہنچائے گا اور سارے انبیا جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی کا خطرہ محسوس کریں گے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کے سہارے اللہ ربّ العزت کے دربار تک پہونچیں گے، پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر بے چینی کے عالم میں ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ میرا رب میرے ساتھ کیا کر گزرے گا!۔

میرے دوستو! جب سیدالانبیاء والمرسلین کا یہ حال ہے تو ہم اور آپ کس قدر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں، وہ تو معلوم ہی ہے اور مزید یہ ہے کہ ہردم نفس وشیطان کا حملہ بھی ہم پر ہوتا رہتا ہے، پھر بھی ہم مطمئن رہتے ہیں۔ ہمارے مطمئن رہنے کا کیا مطلب ہے؟ میرے بھائی! آخری گھڑی تک صراط مستقیم پر چلتے چلتے سانس نہ نکلے، اُس وقت تک ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے، وہ ایمان جو پوری زندگی میں مطلوب ہے وہ اس دنیا سے واپسی تک رہنا چاہیے، اگر کسی مرحلہ میں جا کر اطمینان ہوگیا، تو دوسری بیماری پیدا ہوجائے گی ''اَلإِیْمَانُ بَیْنَ الرَّجَاءِ وَالْخَوْفِ'' یہ ایمان آخری سانس تک باقی رہنا چاہیے، اس لیے انسان اگر اس دنیا میں مطمئن ہوکر رہے تو یہ اس کے لیے درست نہیں بلکہ اس کے اندر اگر ایک انجانی سی بے چینی اور انجانا سا خوف اور ڈر نہیں ہے تو اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوگی۔

## ''إِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِھِمْ'' کی تفسیر:

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''إِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِھِمْ'' (سورۂ رعد:۱۱)

''مَا بِأَنْفُسِھِمْ'' یعنی تمہارے دلوں کے جو تقاضے ہیں، تمہارے دلوں کی جو برائیاں ہیں جب تک تم ان کا رخ نہیں موڑو گے تب تک تمہارے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ بھی نہیں بدلے گا۔

میرے دوستو! انسان کے برائیوں کی دلچسپیاں کم تو ہوجاتی ہیں؛ لیکن ختم نہیں ہوتیں، پھر وہ بیماری بڑھ کر کب اس کے لیے وبال جان بن جائے، اس پر کوئی اطمینان حاصل نہیں کرسکتا، اس لیے انسان کو ہر وقت اپنے متعلق اور اپنے آخرت کے متعلق فکرمند

رہنا چاہیے۔

## بہتر عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے:

ایک انسان بظاہر مسجد میں ہے اور سوچ رہا ہے کہ میری نیکیاں تو غالب ہو گئیں، ہم تو خیر سے قریب ہو کر شر سے دور ہو گئے، چلے پہ چلہ لگائے جا رہے ہیں، سال پہ سال لگائے جا رہا ہے اور ان ہی اعمال کی بنیاد پر یہ بھی سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ صاحب! صراط مستقیم تو بڑی آسان ہے؛ لیکن جہاں ماحول تھوڑا سا بدلا۔ بس! اب وہ گاڑی تو کھائی میں گر گئی، اب وہ شخص بیٹھ کر تاش کھیل رہا ہے، بے نمازیوں کے ساتھ بیٹھ کر گٹکھا کھا رہا ہے اور کھیت میں کھیتی کرنے کے لیے جانے لگا، بزنس میں چلا گیا اور نماز، روزہ سب گول؛ پتہ چلا کہ صاحب ان کے اندر بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہونے لگیں، وہ شخص کل تک اپنے آپ کو تو جنید بغدادی سمجھ رہا تھا اور آج اس کے اندر بغدادی قاعدہ کی صلاحیت بھی نہیں رہی۔

میرے بھائی! آپ اندازہ لگائیں کہ تھوڑے سے عمل پر انسان کس قدر اور کیسے مغالطہ اور دھوکہ میں آجاتا ہے اور اپنے لیے فوراً جب کہ ترمذی شریف کی ایک روایت ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ امی جان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے محبوب عمل کونسا تھا؟ تو دونوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر مداومت اختیار کی جائے اگرچہ وہ عمل بہت تھوڑا ہو، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم جو بھی عمل اپنائیں اس پر مداومت اختیار کریں، لاکھ ماحول دوسرا آجائے۔

’’سُئِلَتْ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلِمَةَ أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتَا: مَادِيْمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ‘‘ (سنن ترمذی: الرقم: ۲۸۵۶)

## خیر پر ثابت قدم رہنے والے کون لوگ ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں خیر پر ثابت قدم کون لکھا جاتا ہے؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ بیس سال تک جس کے نامۂ اعمال میں کوئی برائی نہ لکھی گئی ہو، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ثابت قدم مانا جاتا ہے، بیس سال تک جس کے نامۂ اعمال میں کوئی برائی نہیں لکھی گئی ہو، تب جا کر اس کو ثابت قدم کہا جائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ثابت قدمی سے نوازا ہے۔

## اصل اعتبار خاتمہ کا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت تو بڑی مشہور ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان اچھا سے اچھا عمل کرتا رہتا ہے، کرتا رہتا ہے اور آخر میں برے کام کر کے جہنم میں چلا جاتا ہے اور برے کام کرتا رہتا ہے کرتا رہتا ہے اور آخر میں تقدیر غالب ہوتی ہے تو نیک عمل کر کے جنت میں چلا جاتا ہے:

(إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَه، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَه، ثُمَّ يُبْعَثُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيُؤْذَنُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيَكْتُبُ رِزْقَه، وَأَجَلَه، وَعَمَلَه، وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ. فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى لَايَكُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَه، اِلَّاذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارَ، حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَه، اِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا)۔(صحیح بخاری، الرقم:۷۴۵۴)

## گناہوں کی نحوست توبہ کی توفیق کو سلب کر دیتی ہے:

ایک صاحب نے دادا جان قطب الاقطاب شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری علیہ الرحمہ خلیفۂ اجل حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ سے شکایت کی، حضرت بتلایئے! فلاں آدمی تو بوڑھا ہو گیا ہے، تب بھی داڑھی منڈوا رہا ہے، نمازیں نہیں پڑھتا تو حضرت دادا جان نے فرمایا کہ دیکھو گناہوں کی ایک نحوست ہوتی ہے، جس کی وجہ سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برائی کو برائی نہیں سمجھتا، غلط کام کو غلط نہیں سمجھتا، پھر اس میں اس کا خاتمہ شر کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

یعنی انہوں نے اپنے نفس سے کہا کہ بظاہر کسی سے بڑے خیر کی دوستی ہے، بڑی اچھی دوستی ہے؛ لیکن شیطان اس دوستی میں شر کب ڈال دے اور اس صلاحیت کو کب غلط استعمال کرادے، کچھ بھروسہ نہیں۔

## امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا واقعہ:

علما نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ جب ان کی موت کا وقت آیا تو آواز آئی کہ ابھی نہیں! ابھی نہیں! یعنی شیطان نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے کہا کہ احمد تم تو میرے ہاتھوں سے نکل گئے، اب میں تیری طرف تیر نہیں پھینک پاؤں گا، تم تو مارکاٹ کے اپنا ایمان لے کر جارہے ہو، اس پر امام احمد بن حنبل نے

فرمایا ابھی نہیں؛ کیوں کہ مجھے ابھی خطرہ تم سے باقی ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جس نے پوری زندگی صراط مستقیم اور سنن نبوی کی اشاعت میں گزاری ہے، وہ کس قدر شیطان اور نفس امّارہ کے خطرے سے اپنے اندر ضیق اور کمی محسوس کررہا ہے، امام احمد بن حنبل کا یہ جملہ سن کر ان کے بیٹے نے کہا کہ حضرت ابھی آپ کچھ کہہ رہے تھے، تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں! میرے پاس شیطان آیا تھا، اور کہہ رہا تھا کہ احمد تم تو میرے ہاتھوں سے نکل گئے، تو میں نے کہا: ابھی نہیں! ابھی نہیں!!۔

## ہمارا حال:

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے دو وقت کی نماز باجماعت پڑھ لی اور جنت میں جانے کا دروازہ کھٹ کھٹ اس طرح ٹھوک رہے ہیں اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ارے صاحب دروازہ آخر کھل کیوں نہیں رہا ہے، میرے دوستو! جنہوں نے پوری زندگی صراط مستقیم پر اور سنن نبوی کی اشاعت میں گزار دی، وہ آخری سانس تک نفس وشیطان سے مطمئن نہیں اور ہم دو دن دو وقت کی نماز پڑھ کر خوش ہیں اور مطمئن بیٹھے ہیں۔

## نفس وشیطان کی دشمنی کی آخری حد:

بخاری شریف کی ایک روایت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ'' (حدیث نمبر ۲۰۳۸) یعنی انسان کے خون کا قطرہ جب تک انسان کا ساتھ دے گا، تب تک شیطان کا خطرہ بھی ساتھ رہے گا، جب تک انسان کی رگوں میں خون رواں دواں اور دوڑتا رہے گا، تب تک شیطان بھی اس میں اپنی کشتی ڈال کر چلاتا رہے گا، شیطان تو مسلمانوں کے ایمان کو چھیننے کے پیچھے لگا ہوا

ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اپنا ایمان بچانے کی ذمہ داری دے دی گئی، شیطان تو اپنی دشمنی میں کیا سے کیا کرتا رہتا ہے اور ہم اس کے مقابل میں کیا کر رہے ہیں؟ اپنا ایمان بچانے کی کیا کوشش کر رہے ہیں، اعمال صالحہ بڑھانے کی کیا فکر کر رہے ہیں؟ اعمال صالحہ کو باقی رکھنے کی ہمارے پاس کیا فکر ہے؟

## نیکی کو باقی رکھنا اصل کمال ہے:

ہمارے حضرت محی السنہ شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی علیہ الرحمہ خلیفہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ سمجھایا کرتے تھے کہ دیکھو! نیکی کمانا تو بہت آسان ہے، منٹوں میں آپ کروڑ پتی بن جائیں گے؛ لیکن کروڑ پتی باقی رہ جانا بڑا مشکل ہے۔

نیکی کمانا کوئی مشکل نہیں، بلکہ نیکی کو گنوانے سے بچانا اصل مشکل ہے، اپنے اندر خیر کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا کوئی مشکل کام نہیں، بلکہ اس کو باقی رکھنا اور اس پر عمل کرتے رہنا یہ بہت مشکل کام ہے۔

## اس کی ایک واضح مثال:

انسان کب اور کہاں سے کچھ سیکھ لے اس کا کچھ پتہ نہیں، چناں چہ اخباروں میں بھی معرفت کی باتیں لکھی رہتی ہے، ایک شخص مہینوں اور برسوں سے کسی کی نوکری کرتا ہے اور پیسہ کماتا ہے؛ لیکن منٹوں میں ایک چور آیا اور سکنڈوں میں اس کے تمام پیسے چوری کر کے چلا گیا، تو مال کمانا اصل کمال نہیں، بلکہ اس کو چور وغیرہ سے حفاظت کر کے باقی رکھنا اصل کمال ہے، ٹھیک اسی طرح نیکی کمانا کوئی کمال نہیں، منٹوں میں کئی لاکھ نیکیاں انسان کما سکتا ہے،

لیکن اس کو باقی رکھنا اصل کمال ہے؛ کیوں کہ انسان کا اصلی دشمن اور چور جو نفس وشیطان ہے، وہ اس کی کمائی ہوئی نیکی کو کب کھا بیٹھے، کچھ پتہ نہیں!۔

## حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ کے دو مرید کا واقعہ:

حضرت مفتی محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الہ آباد کے دو آدمیوں کا قصہ اسی مسجد میں سنایا تھا، چناں چہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب علیہ الرحمہ خلیفۂ اجل حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ سے دو شخص مرید تھے، اور ان دونوں کا آپس میں بڑا تعلق تھا؛ لیکن ایک شخص میں حسد کی بیماری تھی، جس کا اس نے علاج نہیں کرایا تھا، اب ایک وقت آیا کہ حسد کی بنا پر اس نے اپنے دوسرے پیر بھائی کو قتل کر دیا۔

## بہار کے ایک ایم۔ایل۔اے کا واقعہ:

گزشتہ کل ایک خبر آئی تھی کہ بہار میں بی۔جے۔پی۔ کے ایک ممبرِ پارلیمنٹ سے ایک عورت ملنے گئی، جب وہ عورت اس شخص سے ملنے گئی تو اس نے عورت کو چھورا گھونپ کر قتل کر دیا، حالاں کہ برسوں سے ان کا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا تھا، اور آپس میں تعلق بھی تھا؛ لیکن حسد وغیرہ کی بنا پر اس کو قتل کر دیا۔

یہ شیطان جو آپ کو میٹھی نیند سلا رہا ہے، وہ کیا آپ کو چھورا نہیں گھونپے گا، آپ اس سے مطمئن ہو گئے کہ صاحب یہ تو پکا ہو گیا اور میرا چیلا ہو گیا۔

یہ تو آپ کو ٹھیلا پہ بیچوا دے گا، اس سے آپ ہمیشہ چوکنّا رہیں، شیطان اور نفس دوستی کے قابل نہیں، بلکہ اس سے دشمنی کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک

وتعالیٰ ارشادفرماتے ہیں: ''إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا'' (الفاطر:٦) یعنی شیطان تو تمہارا جانی اور کھلا ہوا دشمن ہے، اس سے تم ہمیشہ دشمنی کا معاملہ کرو! یہ دوستی کے قابل ہے ہی نہیں کہ تم اس کو اپنا دوست اور چیلا بنالو!۔

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

آپ لوگوں کو یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت مجاہدہ کرنے والے لوگ تھے، دن میں تجارت اور ملازمت کرتے تھے؛ لیکن رات کی عبادت ان سے نہیں چھوٹتی تھی، یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتے ہیں: ''رِجَالٌ لَاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارِ'' (النور:٣٧) یعنی یہ وہ لوگ ہیں، جن کو ان کی تجارت اور خرید وفروخت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، یہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن انسانوں کے قلوب اور ان کی نگاہیں کھلی کی کھلی رکھی رہ جائیں گی۔

بہرحال ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے کہ ان کی نیند نہیں کھلی اور نماز تہجد چھوٹ گئی، ان کو بہت افسوس ہوا، اور اس قدر افسوس ہوا، جیسا کہ ان کی پوری پراپرٹی ہاتھ سے نکل گئی ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور بہت روئے دھوئے جس سے معافی تلافی ہوگئی؛ لیکن جب دوسرا دن ہوا تو دیکھا کہ ایک صاحب پاؤں دبا رہے ہیں، اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ حضرت اٹھیے! اٹھیے!! بہت تاخیر ہوگئی، نماز تہجد نہیں پڑھنی ہے کیا؟ تو حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ایک انسان ہوں! حضرت نے دوبارہ پوچھا کہ صحیح بتاؤ تم مؤذن صاحب تو نہیں ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں صاحب میں مؤذن صاحب نہیں

ہوں، میں تو آپ کا پرانا دوست ہوں، چوں کہ حضرت کی فراست مشہور تھی، وہ اتنی جلدی کہاں سے چھوڑ دیتے؟ پھر پوچھا کہ تم کون ہو؟ تب وہ جا کر بولتا ہے کہ میں تو شیطان ہوں، حضرت نے کہا کہ تم شیطان ہو اور مجھے تہجد کی نماز کے لیے اٹھا رہے ہو! کیا وجہ ہے؟ شیطان نے کہا کہ ہم اللہ سے کیوں مایوس ہوں، کبھی تو اچھا کام کر ہی لینا چاہیے، اس لیے میں آپ کو اٹھا رہا تھا، لہٰذا اب مجھے جانے کی اجازت دے دیجیے! حضرت نے فرمایا کہ میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم صحیح بات نہیں بتاؤ گے، تب جا کر شیطان نے کہا کہ آپ جو کل اتنا روئے دھوئے ہیں، میں نے ہی آپ کو سلایا تھا، اور آپ کے رونے کی وجہ سے اللہ نے آپ کو سو سال کی نماز تہجد کا ثواب دے دیا، اور چوں کہ مجھے تو انسان کی ترقی ہی سے اصل جلن ہے، اس لیے آپ کی کل کی ترقی مجھ سے دیکھی نہیں گئی، اس کی حسد میں میں نے آج آپ کو بیدار کر دیا کہ کہیں پھر نہ ترقی کر جائیں اور سو سال کی نماز تہجد کا ثواب لکھ دیا جائے۔

## ہمارا سب سے بڑا دشمن کون؟

آج آپ غور کریں تو مسلمان سب سے زیادہ امریکہ اور روس کی شکوہ اور شکایت کرتا ہوا دکھائی دے گا؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دشمنوں کو اتنا اختیار دیا ہی نہیں کہ ہمارا سب سے قیمتی سرمایہ جو ایمان ہے وہ چھین لیں، ہاں! زیادہ سے زیادہ وہ مال لے سکتے ہیں اور اگر دشمنی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو جان لے سکتے ہیں؛ لیکن یہ بات بھی سن لیں کہ مسلمانوں کی جان اور مال دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام انشورنس ہے، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ''إِنَّ اللهَ اشْتَرىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' (التوبہ:۱۱۱) یعنی ہم نے مسلمانوں کا جان اور مال جنت کے بدلہ میں خرید لیا

ہے، اس لیے جتنی چیزیں دشمن نقصان کرے گا اللہ رب العزت اپنے خزانے سے دے گا، اس لیے امریکہ اور روس کا نام تو بڑے دشمنوں میں نہیں بلکہ یہ تو دشمن کے بہت چھوٹے کٹگھری میں چلے گئے۔

## مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے:

لیکن مسلمانوں کا جو سب سے بڑا دشمن ہے وہ اس کو پتہ ہی نہیں، چناں چہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے مسلمانوں تمہارے اصلی دشمن کفار ومشرکین نہیں ہیں، اگر وہ تم کو قتل بھی کر دیں، تب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعہ تم کو جنت میں داخل کر دیں گے، بلکہ تمہارے دشمنوں کا دشمن اور ازلی دشمن تو وہ ہے جو تمہارے دونوں پہلو کے بیچ میں ہے۔

''لَيْسَ عَدُوُّكَ الَّذِيْ يَقْتُلُكَ فَيُدْخِلُكَ اللهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَإِنْ قَتَلْتَه' كَانَ لَكَ نُوْرًا وَلٰكِنْ أَعْدَى الْأَعْدَاءِ نَفْسُكَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ'' (کشف الخفاء:۲/۲۲۲، رقم:۲۱۴۴)

## اپنے نفس کو اپنا دشمن سمجھو!

آپ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی یہ سوچا اور کبھی آپ کو یہ خیال تک بھی آیا کہ ہم اس موذی دشمن سے کیسے بچیں! آپ تو اپنے دشمن کے مشورے سے اپنے ہی دشمن کو گوشت اور پراٹھا کھلاتے رہتے ہیں، نیز اپنے دشمن کی غلط سے غلط بات کو بھی صحیح کرنے کے درپے رہتے ہیں کہ نفس نے یہ کہہ دیا تھا، اس لیے بات ختم کر دیجیے!

لہٰذا اپنے اصلی دشمن کو گوشت اور پراٹھا کھلانے اور اس کی تمام تر غلط باتوں کی تصحیح

کے درپے ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ہم اس کو بڑا دشمن تو دور کی بات، دشمن ہی نہیں سمجھتے، اور اگر کسی اللہ کے بندے نے اس کو اپنا بڑا دشمن سمجھ بھی لیا پھر بھی اس سے بچاؤ کی فکر نہیں کرتا۔

جب تک ہم اس دنیا میں ہیں، تب تک امتحان سے گزرتے رہیں گے، ہمارا مطمئن نہ رہنا ہی یہاں کی ترقی کا سامان ہے، جتنی آپ کو بے چینی ہوگی اور جتنی فکر ہوگی، اتنا ہی آپ اس سے محفوظ رہ کر ترقی کر سکتے ہیں اور جتنا اطمینان ہو جائے گا اتنا ہی شیطان آپ کو پھنسائے گا اور نفس آپ کو قاعدے سے سدھائے گا۔

## نفس وشیطان کی دشمنی سے بچنے کا اصول:

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ'' (سورۂ رعد:۱۱) یعنی جو بیماریاں تمہارے نفس کی ہیں اور تمہارے دلوں کی ہیں، جب تک تم ان میں تبدیلی نہیں لاؤ گے اور ان کی دلچسپیوں کو ختم کر کے شریعت وسنت سے دلچسپیاں نہیں پیدا کرو گے، اس وقت تک ہم تمہارے اندر تبدیلی نہیں لائیں گے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک تم اپنے اندر اپنے نفس کی دشمنی کا اور شیطان کی دشمنی کا احساس پیدا نہیں کرو گے اور جب ہمارے اندر نفس وشیطان کی دشمنی کا احساس اور یقین پیدا ہو جائے گا تو پھر ہم اس کو اپنا دوست سمجھ کر انڈا پراٹھا نہیں کھلائیں گے، بلکہ اس کے مشورے پر اپنا پاؤں رکھ کر صراط مستقیم کا راستہ طے کرتے ہوئے جنت میں چلے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

## ساری کائنات انسان کی خادم ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک انسان کے اندر کتنی صلاحیتیں پوشیدہ کر رکھی ہیں، اس

چھوٹے سے جسم میں اللہ ربّ العزت نے کیا کیا خزانہ بھر رکھا ہے، ان خزانوں کا اس انسان کو پتہ ہی نہیں، ان خزانوں کو اس طرح استعمال کرنے سے اس کو کیا ملنے والا ہے؟ اس کو کچھ پتہ نہیں! بلکہ آج کا یہ انسان اپنے کو صرف کھانے پینے کی مشین سمجھ رہا ہے، یہ انسان کیا ہے؟ تو کسی انگریز نے کہا یہ تو صرف ایکسپورٹ (Export) اور امپورٹ (Import) کی مشین ہے، کچھ لے رہا ہے اور کچھ دے رہا ہے، اس سے زیادہ اس کے دماغ میں کچھ نہیں آتا۔

لیکن یاد رکھو! ایک انسان کی قیمت اتنی ہے کہ ساری کائنات اس کی خادم ہے، جس کی خدمت کے لیے سورج مسخر ہو، زمین مسخر ہو، ستارے اور سیارے منور ہوں، اونچے اونچے پہاڑ اور ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر اس کی خدمت کے لیے تیار ہوں، تو آپ ہی بتائیں کہ ایک انسان کتنا قیمتی ہوگا، کیا وہ صرف ایکسپورٹ (Export) اور امپورٹ (Import) کی مشین ہوگا؟

## انسان کو اپنے اندر کے خزانوں میں غور وفکر کرنی چاہیے!

اگر آپ کو کہیں سے سونے، چاندی کی کان مل جائے، تو آپ کتنا خوش ہوں گے کہ یہ تو سونے چاندی کی کان ہے، جو بہت قیمتی ہے؛ لیکن جو کان ہر انسان کو ملی ہے اس کا اسے خیال ہی نہیں، اس زبان کی قیمت کیا ہے؟ اس دماغ کی قیمت کیا ہے؟ اور اس آنکھ کی قیمت کیا ہے؟ ان سب چیزوں کی قیمت کا اسے پتہ ہی نہیں؟

اگر یہ انسان اپنے ہی اندر کی دولت سے واقف ہو جائے، تب تو وہ مال دار ہے اور ان ہی کو صحیح استعمال کر رہا ہے تو وہ وہاں کا ارب پتی ہے، اور اگر اس کا استعمال نہیں جانتا تو وہ فقیر ہے اس کا مس یوز (Mis Use) کر رہا ہے، تو وہ وہاں کا قلاش ہے۔

## مال کی حیثیت:

یہ انسان صبح سے لے کر شام تک مال کی فکر میں لگا رہتا ہے، اگر آپ غور کریں تو یہ مال انسان کا میل بھی نہیں، میل تو انسان کے بدن میں جڑا رہتا ہے اور مال تو انسان کا خادم ہے، اس کے جسم کا پاٹ پرزا بھی نہیں!۔

## اگر انسان کا بادشاہ اور وزیر صحیح، تو سب کچھ صحیح!!

ایک صاحب کہنے لگے کہ حضرت فلاں شخص بہت بیمار ہے، فالج کا شکار ہے، ہاتھ پیر سے معذور ہے، تو میں نے کہا کہ ابھی بادشاہ اور وزیر صحیح سالم ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا حضرت! اس کا کیا مطلب؟ تو میں نے کہا دل ودماغ صحیح ہے؟ تو اس نے کہا جی ہاں! درست ہے، تو میں نے کہا کہ ابھی تو اس کے پاس نیکیوں کا ٹکسال موجود ہے، اگر وہ اپنے دل ودماغ کو صحیح استعمال کر لے، تو نیکیوں کے پہاڑ کا مالک بن جائے!۔

## حضرت ادریس علیہ السلام کی ایک دن کی نیکیوں کی مقدار:

فرشتوں نے دیکھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو روزانہ ہزار ہا ہزار ملین نیکیاں مل رہی ہیں، تو فرشتوں نے بالآخر ایک دن پوچھ ہی لیا کہ اے اللہ! ایک آدمی ایک دن میں کتنی نیکیاں کماتا ہے؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تم کو پتہ نہیں کہ میں نے ادریس کو کن کن صلاحیتوں سے نوازا ہے، تم صرف ان کی ایک صلاحیت کو سمجھ لو! وہ ہے تفکر فی المخلوقات، یعنی میں نے ان ساری کائنات میں غور وفکر کرنے کا جو ڈھنگ سکھایا ہے اس کی وجہ سے زمین وآسمان بھر کر نیکیاں ان کے پاس سے چلتی ہیں اور زمین وآسمان اس کی نیکیوں کا پیالہ ہے، اب بتائیے تفکر فی المخلوقات سے خالق کی جو معرفت حاصل ہوتی تھی اور جس برتن سے خالق

کی معرفت نکالتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسی برتن سے بھر کر ان کو نیکیاں دینی شروع کر دی، اب ذرا غور کریں کہ ستاروں کا کتنا بڑا جہان ہے، سیاروں کا کتنا بڑا جہان ہے، زمین و آسمان کے بارے میں تو پتہ ہی نہیں کہ کتنا بڑا ہے، ان سب سے بھر کر ان کو نیکیاں ملتی تھیں، اللہ اکبر!۔

## جنت اور جہنم کے وجود کی ایک عقلی دلیل:

پہلے سائنس داں بھی کہتے تھے کہ جنت اور جہنم ایک مفروضہ چیز ہے، یہ تو مولویوں کا گھڑا ہوا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں؛ لیکن جب بعد میں وہ اوپر گئے اور ان کی مشینیں بھی گئیں اور ستاروں کو دیکھا تو سمجھ گئے اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ایک ایک ستاروں میں اتنی کشادگی اور اتنی وسعت ہے کہ ہزار ہا ہزار اور لاکھوں لاکھ جان کھپ جائے گی، پھر بھی اس کی وسعت کا اندازہ نہیں لگ سکتا، تو جب ایک ایک ستاروں میں اتنی وسعت اور کشادگی ہے تو بس جنت ضرور ہے۔

## ایک حدیث کی دل نشیں تشریح:

جب حضرت ادریس علیہ السلام کی نیکیاں پورا جہان اور زمین و آسمان بھر کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں پہنچتی تھیں تو اسی سے اہل علم کو اس حدیث کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے گا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''سُبْحَانَ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ يَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ'' (احیاء علوم الدین، باب فضیلۃ التسبیح والتحمید وبقیۃ الأذکار: ۱/۳۹۳، ط: دار الحدیث القاہرۃ) یعنی ایک مرتبہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنا زمین و آسمان کے درمیان کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے۔

## قرآن وحدیث کی شرح کرنے میں حضرت نانوتویؒ کا انمول طریقہ:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ قرآن وسنت سے علم کا خزانہ کیسے نکالتے ہیں؟ تو حضرت والا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں صاحب کلام کے دل ودماغ تک پہنچ کر سوچتا ہوں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تک پہنچتا ہوں اوران کی سوچ کا اندازہ لگا کر اس کی شرح کرتا ہوں، کہنے والے کی وسعت قلبی کو دیکھتا ہوں، رحمۃ للعالمین کے خزانے سے جو ساری دنیا سیراب ہورہی ہے میں اس کو سوچ کر ان کے کلام کی تشریح کرتا ہوں تو اس کے اندر سے علم، دریا کے پانی کی طرح صرصر بہنے لگتا ہے۔

## ایک نواب صاحب کا واقعہ:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ایک نواب صاحب اپنے ایک دوست سے حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ کی بڑی خوبیاں بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے اپنے دوست سے کہا کہ چلیے ہمارے حضرت کو دیکھ لیجیے، چوں کہ حضرت کی عادت کم بولنے کی تھی، جب کوئی شخص قرآن وحدیث کی تشریح یا کوئی مسئلہ پوچھتا تب حضرت کلام کرتے، خیر! جب وہ دونوں حضرت کے یہاں گئے تو حضرت اپنی عادت کے مطابق چپ بیٹھے ہیں، کچھ بول ہی نہیں رہے ہیں، ایک دن دو دن گزر گئے کچھ بات نہیں ہورہی ہے، صبح نہ ناشتہ ہوا، نہ مجلس ہوئی، تو اس نے کہا کہ اب یہاں سے چلو! تو نواب صاحب نے کہا کہ بھائی! ذرا اور ٹھہر لیں، اب اتفاق سے تیسرے دن کوئی شخص آ گئے اور انہوں نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ''لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ'' (سورۂ یونس:۶۴) یعنی اللہ ربّ العزت کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؟ حالاں کہ کتنی

کتابیں نازل ہوکر سب کی سب منسوخ ہوگئیں، نیز بہت سی قرآنی آیات بھی منسوخ ہوئی ہیں، اور یہ سوال اس نے ظہر کی نماز کے بعد کیا تھا، اب حضرت والا کا بیان ہونا شروع ہوا تو ظہر بعد، عصر بعد، مغرب اور عشا کی نماز کے بعد کھانا کھا کر جو بیٹھے تو تہجد تک بیان ہوتا رہا، پھر اگلے دن اشراق کے بعد بھی بیان ہوا، اور چاشت کے بعد بھی بیان ہوا، اور پورا دن بولتے رہے اور تیسرے دن بھی بیان ہوا، اب وہ سمجھ گئے کہ کہاں سے بولے جارہے ہیں؟

بہرحال حضرت نے جب کلام کرنا شروع کیا تب جاکر نواب صاحب کے دوست کا کلام ختم ہوا، ورنہ اس کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ یہ پگڑی والے مولانا لوگ ان کے پاس کیوں بیٹھے ہیں؟

## انسانوں کو اپنی خداداد صلاحیتوں پر غور کرنا چاہیے!

آپ کو زیادہ ٹاٹا برلا بننے کی ضرورت نہیں، بلکہ آپ نے اگر اپنے اندر کی معدنیات اور اپنے اندر کی صفات اور صلاحیتوں کو سمجھ لیا تو بس یہی آپ کو اللہ ربّ العزت کی معرفت کے لیے کافی ہے۔

## حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ کا واقعہ:

حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی میں ساٹھ حج کیے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اللہ سے کہا کہ جنت میں میرا پڑوسی کون ہوگا؟ تو حکم ہوا کہ آپ کا پڑوسی گھسیارا ہوگا، تو اس نے سوچا کہ اس گھسیارا نے کبھی کعبہ کا دروازہ نہیں دیکھا اور دیکھنا تو دور کی بات کبھی تو پڑھا بھی نہیں، اور میں نے ساٹھ حج کر رکھا ہے، پھر بھی وہ جنت میں میرا پڑوسی ہوگا، تو فرمایا گیا تم کو پتہ نہیں ہے، ''نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ'' (معجم طبرانی:۵۹۴۲) اب

آپ قلب کی نیت کو سمجھ لیجیے! نیت کرنے میں کتنا ڈیزل لگتا ہے، کتنا پٹرول لگتا ہے، کتنی رقم خرچ ہوتی ہے؟ کچھ بھی نہیں لگتا، تو اس حدیث کے تحت حضرت ابراہیم بن ادہم کو سمجھایا گیا کہ دیکھو! جب تمہارے حج کے اسفار ہوتے تھے تو یہ گھسیارا ہم سے وعدہ کیا کرتا تھا کہ ابراہیم نے آپ کی خوشی کے خاطر ایک سلطنت قربان کی، اگر میرے پاس سو سلطنتیں ہوتیں تو میں سب کو قربان کر دیتا، وہ کہتا تھا کہ اگر آج میرے پاس مال ہوتا تو ابراہیم سے پہلے والے جہاز سے جاتا۔ شعر ؎

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانبِ آسماں دیکھ کر

آسمان کے مالک کو دیکھ کر ان کے ہر فیصلے پر میں قربان ہو گیا، تو فرمایا کہ میں نے اس کے ہر ارادہ پر ایک ایک حج کا ثواب دے دیا، معلوم ہوا کہ ساٹھ حج تمہارے کھاتے میں اور ساٹھ حج ان کے کھاتے میں، اس لیے جنت میں وہ آپ کا پڑوسی ہوگا۔

## محبت کی بھی ایک علامت ہوتی ہے:

اگر آپ سوچنے لگیں کہ میں بھی گھسیارا جیسی نیت کر کے اس کا مقام حاصل کر لوں تو میرے دوستو! یہ آسان نہیں ہے؛ کیوں کہ کوئی آدمی آپ سے کہے کہ میں تو آپ پر قربان ہوں اور آپ کے لیے اپنی محبوب جان بھی دے سکتا ہوں، حالاں کہ اس شخص کا آپ سے تو کوئی خاص تعلق نہیں ہے، تو آپ سوچیں گے کہ بھائی! یہ کیسے قربان ہو جائے گا؟ اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ تم کو صرف پانچ وقت کی نماز کے لیے مسجد بلا رہے ہیں اور تم کو مسجد جانے کے لیے وقت ہی نہیں، فرصت ہی نہیں اور یہ کہتے پھر رہے ہو کہ کاش کہ کعبہ جاتے، کاش کہ کعبہ جاتے! تمہارے اس کاش کو اللہ تعالیٰ مان لیں گے؟ جہاں تم ہو وہاں کیا کر رہے ہو؟ پہلے

یہ تو دکھاؤ!۔

## دخولِ جنت ایک اختیاری عمل پر موقوف ہے:

''إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ'' (سورۂ رعد:۱۱) میں جو لفظ آیا ہے وہ اجتماعی طور پر سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ حقیقت میں ہر آدمی اپنے اندر انقلاب پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے، اور اپنے اندر انقلاب پیدا کرنا اس کا اختیاری عمل ہے؛ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان رحمت سے یہ بعید ہے کہ کسی غیر اختیاری عمل پر کسی کی جنت کو موقوف کر دے۔

انسان کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ۳۶۰/اعضاء وجوارح رکھے ہیں، ان میں سے صرف ایک زبان نے سبحان اللہ! کہا تو اس کا ثواب اس کو مل تو گیا لیکن ۳۵۹/اعضا گناہ کر رہے ہیں، اس لیے پہلے اپنے اندر اپنی مملکت کو سنبھالنے کی صلاحیت کو دیکھو! اس کی کارگزاری کیا ہے؟ اس کے نفع اور نقصان کی طرف نگاہ لگانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

آج جو بے فکری کا عالم ہے اس میں سب سے زیادہ نیک لوگ مبتلا ہیں، چار-چھ رکعت نماز تو پڑھ لیتے ہیں؛ لیکن ان کو اپنے اعضاء وجوارح کے غلط استعمال کی فکر ہی نہیں رہتی، جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے اعضاء وجوارح سے جس طرح خیر پیدا کر رہے ہیں وہیں اس کے شر سے بچنے کی فکر کریں۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ میں سناتا رہتا ہوں، چناں چہ ایک مرتبہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مَهْلاً،

مَھْلاً‘‘، یعنی اس کو کھینچنے سے کیا فائدہ، اس کو چھوڑ دیجیے! تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کو کھینچ کر آج صحیح کرنا چاہتا ہوں، یہ تو جھٹ سے ایک دو بات جڑ دیتی ہے، جس سے مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لیے میں اس کو آج سدھارنا چاہتا ہوں؛ کیوں کہ اگر وہ معاف نہ کرے تو میں کیا کر پاؤں گا؟

آپ ان کی سوچ کا اندازہ لگائیں، کس قدر ان کو فکر تھی اپنی زبان کے شر سے اپنے کو بچانے کی۔

## آج ہمارے اندر سے دوسروں کے بھلائی کی فکر نکل گئی:

آج ہمارے دماغ کہاں کہاں جارہے ہیں، ہر وقت دوسروں پر دماغی بمباری کررہے ہیں، کبھی بھی دوسروں کی بھلائی سوچتے ہی نہیں، ہم تو یہ سوچتے رہتے ہیں کہ فلاں مرجائے، فلاں شخص فلاں آدمی سے لڑ جائے، اس کا مال ختم ہوجائے، یہ دماغی بیماری عام ہوچکی ہے، خود اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں: ’’قُلْ لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ إِذًا لَأَمْسَکْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَکَانَ الْإِنْسَانُ قَتُوْرًا‘‘ (بنی اسرائیل:۱۰۰) اے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دو کہ: اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے کہیں تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم خرچ ہوجانے کے ڈر سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور انسان ہے ہی بڑا تنگ دل۔

آپ اپنے دماغ کا خزانہ دیکھیے، کسی کے لیے بھلائی سوچتے ہی نہیں، آپ تو بخیلی کرتے ہیں کہ آخر اس کو بھلائی مل جائے گی تو ہم کو کیا ملے گا؟ آپ بتلائیں کہ دماغی سوچ میں کیا خرچہ ہے؟ نہ ڈیزل، نہ پٹرول، نہ سفر اور نہ مشقت، کچھ بھی نہیں، تو آخر دوسروں کا فائدہ کیوں نہیں سوچتے!

لیکن بھائی! ایک موٹر سائیکل چلانے کے لیے کتنے دن مشق کرنی پڑتی ہے، ایسے بھی لوگ ہیں جو سائیکل چلانا نہیں سیکھے تو زندگی بھر نہیں چلا سکے، اور سیکھنے والے اگر سیکھتے رہے تو وہ ہوائی جہاز چلانے لگے، تو جب انسان کو اللہ نے یہ صلاحیت دی ہے، تو اس کو اپنے اعضاء وجوارح سے نیکی کمانے کا عادی بنالے، اور اپنے کو اعضاء وجوارح کے شر سے بچانے کی فکر کرلے، تو کیا وجہ ہے کہ اس کا نفع اس کو نہ ملے، اور اس کے شر سے اس کی حفاظت نہ ہو سکے، وہ تو ہونا ہی ہے۔

ایک آدمی اگر اپنے ارادے سے بازار جاسکتا ہے تو اس ارادے سے خیر کا کام کیوں نہیں کرسکتا؟ اور اس ارادہ کو استعمال کر کے مسجد میں کیوں نہیں جاسکتا؟ لیکن طریقۂ استعمال میں فرق کرتا ہے کہ وہاں استعمال کس دلچسپی سے کرتا ہے اور یہاں استعمال کس بےفکری سے کرتا ہے۔

ہمارے اندر کی جو ہیچ پیچ ہے یہ جب تک درست نہ ہو اور جب تک گاڑی صحیح اور رواں نہ چلے تب تک ہمیں چین کی نیند نہیں سونا چاہئے، اور جب گاڑی صحیح چلنے لگے تو اس سے بھی کمانے کی فکر ہونی چاہیے؛ لیکن گاڑی کے بگڑ جانے کا بھی خطرہ باقی رہنا چاہیے کہ کہیں بگڑ نہ جائے! کہیں پلٹ نہ جائے! اور ملی ہوئی سہولت کہیں ہم سے چھن نہ جائے! اگر یہ باقی رہا تو بس اسی کا نام ایمان ہے، اور اسی کو صحیح استعمال کرنا سیکھا تو اس سے جو اعمال مرتب ہوں گے اسی کو اعمال صالحہ کہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جو اندر کی صلاحیتوں سے نوازا ہے اس کے صحیح استعمال کی فکر نصیب فرمائے اور اندر کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین.

C:\Users\king\Desktop\TIT MALFUZAT-1.jpg not found.

C:\Users\king\Desktop\TIT MAJALIS-E-QURAN-1.jpg not found.

C:\Users\king\Desktop\TIT SADA-E-AHLE DIL-2 (2).jpg not found.

C:\Users\king\Desktop\t1.jpg not found.

C:\Users\king\Desktop\t3.jpg not found.

C:\Users\king\Desktop\t2.jpg not found.